علوم ومعارف

رؤیت ہلال

اسلام نے قمری نظام کو کیوں اختیار کیا

تحریر: مولانا حنیف ندویؒ

﴿یسئلونک عن الأهلة ط قل هي مواقیت للناس﴾[البقرۃ:۱۸۹] ''وہ لوگ آپ سے چاند کے بارے سوال کرتے ہیں کہہ دو یہ لوگوں کیلئے وقت معلوم کرنے کے ہیں۔''

اسلام کی تین خوبیاں: اسلام کی تین بڑی خوبیاں ایسی ہیں، جو اسے دوسرے مذاہب سے خصوصیت سے ممتاز ٹھہراتی ہیں......۱۔جامعیت ۲۔تیسیر اور ۳۔تنمیہ وتشویق کی بے نظیر صلاحیتیں......

جامعیت سے مراد یہ ہے کہ اس میں زندگی کے ہر سانچے کا خیال رکھا گیا ہے۔انفرادی زندگی کی ہدایات بھی اس میں موجود ہیں، اور اجتماعی زندگی سے متعلق مفصل احکام وفرامین بھی۔عقائد کی دولت سے بھی اس کا دامن بھرپور ہے اور اخلاق ومعاشرت کی خوبیوں سے بھی مالا مال۔

تیسیر کے یہ معنی ہیں کہ اس میں انسانی مجبوریوں کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے اور ایسا نظام حیات پیش کیا گیا ہے جو تمام طبقوں کیلئے یکساں قابل عمل ہو۔

تنمیہ وتشویق سے یہ مقصود ہے کہ یہ محض زندگی کا خشک اور بے روح ڈھانچہ نہیں ہے، صرف احکام و ہدایات سے تعبیر نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے، اس میں نشوونما اور بالیدگی کے وہ تمام عناصر موجود ہیں جو اسے قائم رکھتے ہیں، جو اس کے اثر ونفوذ کے دائروں کو بڑھاتے اور پھیلاتے ہیں، جو اس کی خوبیوں کو نکھارتے اور دل کی گہرائیوں میں اتارتے ہیں۔

اسلام کا یہ تجزیہ ایک مستقل مضمون ہے جو غضب کا پھیلاؤ چاہتا ہے، سردست ہمیں ایک خاص مسئلہ سے متعلق یہ بتانا ہے کہ اس میں کیونکر ان تینوں خوبیوں کی رعایت رکھی گئی ہے۔

رمضان المبارک میں عبادت وزہد اور ریاضت وشوق کا ایک فطری داعیہ اور قدرتی تقاضا پیدا ہوتا ہے، جو

انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے، اس کی تکمیل کا ایک مناسب اور معقول اہتمام کیا گیا ہے۔ یہاں یہ بتانا ہے کہ اسلام نے اس کیلئے قمری نظام کو کیوں پسند کیا، جبکہ اسی زمانہ میں نظام شمسی سے دوسری تمام قومیں متعارف تھیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ رومیوں کی تمام تقریبات کا انحصار آفتاب عالم تاب کی گردشوں پر تھا، ایرانی بھی اپنے قومی و وطنی تہواروں کی تعیین میں سورج ہی کی روشنی سے استفادہ کرتے۔ نظام شمسی کی بڑی خوبی جس کی وجہ سے اسے اپنا لیا گیا یہ ہے کہ یہ ایک مقرر اور متعین چوکھٹا ہے، جس میں کبھی گھپلا نہیں پڑتا، اس کو مان لینے سے وہ اختلاف رونما نہیں ہوتا، اور اس زحمت سے دوچار ہونا نہیں پڑتا جس کا مظاہرہ ہمارے ہاں ہر رمضان اور عید پر ہوتا ہے۔

اسلام کی مجبوریاں: بات یہ ہے کہ اس اختلاف اور زحمت میں بھی حکمت ہے۔ اسلام کی کچھ مجبوریاں ہیں، اگر اس کے سامنے یہی کام ہوتا کہ وہ ہمارے لئے رسوم و تقریبات کا ایک نقشہ مقرر کرے، تب یقیناً اس کا کام نسبتاً آسان تھا، اس وقت یہ بھی بلاشبہ یہی کرتا کہ تاریخوں کا نظام شمسی کے لحاظ سے تعین کر دے، اور ان تاریخوں سے متعلق تقریبات کی تشریح کر دے۔ اس کی الجھن یہ ہے کہ اسے پوری انسانی برادری کو ساتھ لے کر چلنا ہے، یعنی ایسے نظام اوقات کو پیش کرنا ہے، جس میں تاریخ و وقت کی کوتاہیوں کا علاج بھی پنہاں ہو اور ہر گروہ کیلئے وہ قابل عمل بھی ہو، اور پھر اسلام کی تیسری خصوصیت تنمیہ و تشویق کا بھی اس میں سامان موجود ہو۔

اس سلسلہ میں اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے کہ اسلام جس قوم میں آیا، وہ ان پڑھ تھی، ان کی سادگی اور بدویت مہینوں اور سالوں کی تعیین میں نظام شمسی کی متحمل نہیں تھی۔ ان کا کیلنڈر جس پر وہ اعتماد کر سکتے تھے تاروں بھرا آسمان تھا، اسی کو دیکھ کر وہ اپنی منزلوں کو مقرر کرتے، اور انہیں ستاروں کی روشنی میں راستوں اور سمتوں کے الجھاؤ محسوس ہوتے اور دور ہوتے۔ لہٰذا ان کیلئے آسان اور سادہ طریقہ کار جس کے وہ عادی تھے یہی تھا کہ رمضان اور حج کیلئے چاند ہی کی تاریخوں پر بھروسہ کیا جاتا۔ اسلام کی جامعیت اور تیسیر کا یہی تقاضا تھا۔

نظام قمری کی بڑی خوبی: پھر اس نظام میں علاوہ ان دو خوبیوں کے بڑی بات یہ ہے کہ اس سے شوق و اشتیاق کا ایک نیا عالم دل میں کروٹ لیتا ہے۔ اسلام صرف یہی نہیں چاہتا کہ جب ایک مقررہ تاریخ آجائے، تب روزہ کا ایک لگا بندھا نظام شروع ہو جائے، بلکہ اس کے مقاصد میں یہ بات بھی داخل ہے، کہ روزہ کے شدائد کو گوارا اور محبوب ٹھہرانے کیلئے شوق و اہتمام کی دنیا کو بھی دل میں بیدار کیا جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس نظام سے یہ غرض

باحسن وجہ پوری ہوتی ہے۔ چنانچہ چاند کی تلاش میں نظر کے قافلوں کا شوق ومحبت کی فراوانیاں لئے ہوئے پورے افق پر پھیل جانا، جتنا اس مقصد کی تکمیل میں ممد ہے نظام شمسی اتنا قطعی نہیں۔

دواہم سوال اوران کا جواب: رؤیت ہلال کے سلسلہ میں دواہم سوال یہ بھی ہیں کہ قدرت کا کیلنڈر ہمیشہ کام نہیں دیتا، کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ابر کا چھوٹا سا ٹکڑا آیا، اور چاند کی نورانی شکل نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ اس صورت میں شہادت کا اصول کیا ہے، کیا اسے شہادت کی عام تعریف میں سمجھا جائے گا اور دو گواہوں کی گواہی کفایت کرے گی، یا ایک ہی شہادت کا ہونا کافی ہے، پھر کیا ایک جگہ کی رؤیت دوسروں پر حجت ہوگی یا ہر جگہ کا اپنا الگ دائرۂ رؤیت ہوگا؟ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے، اس میں محدثین کا اختلاف ہے۔ اصولاً اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے، کہ اس شہادت کو بھی منجملہ دوسری شہادتوں کے سمجھا جائے۔ اس کا معاملہ علیحدہ قرار دیا جائے۔

امام ترمذیؒ نے وضاحت کی ہے، کہ اہل علم کی اکثریت روزہ کی حد تک ایک مسلمان کی شہادت کو کافی سمجھتی ہے، عبداللہ بن مبارکؒ، امام شافعیؒ (فی احد قولیه) امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مسلک ہے، حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ یہی جمہور کا قول ہے۔

روایت جس پر یہ مسلک مبنی ہے یہ ہے:

(عن ابن عباسؓ قال جاء أعرابی الی النبی ﷺ فقال "انی رأیت الهلال فقال أتشهد أن لا اله الا اللّٰه وتشهد أن محمداً رسول اللّٰه" قال: نعم! قال: یا بلال! أذن فی الناس أن یصوموا غداً) "ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے، آپؐ نے پوچھا، تم اللہ کو ایک مانتے ہو اور یہ تسلیم کرتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس نے کہا جی ہاں، مانتا ہوں۔ تب آنحضرت ﷺ نے بلالؓ سے کہا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں۔"

اس سے ضمناً یہ بات بھی نکلی کہ شہادت کا مروجہ اور مصطلحہ طریقہ محض فقہی سوچ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے، بدوی کے اسلام پر اعتماد کیا ہے اور غیر مصطلح الفاظ اور غیر پیرایہ بیان میں

صرف یہ یقین حاصل کرنا کافی سمجھا ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے، اور اس کی رؤیت ہماری رؤیت سے مختلف ہے۔

عید کے معاملہ میں البتہ قریب قریب تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایک گواہی ہرگز کافی نہیں بلکہ اس پر دو گواہ ہونے چاہئیں۔

دوسرے سوال سے متعلق بھی اختلاف رائے ہے، ایک گروہ تو اس کا قائل ہے کہ ہر بلد کی الگ رؤیت ہے، علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

(قد قال شیو خنا اذا کانت رؤیة الهلال ظاهرة قاطعة بموضع ثم نقل الی غیر هم بشهادة اثنین لزمهم الصوم) ''کہ ہمارے اساتذہ کا یہ کہنا ہے کہ اگر ایک گواہ پر رؤیت قطعی متحقق ہو جائے، اور دو گواہ اس رؤیت کو دوسرے مقام تک پہنچا دیں تب روزہ رکھنا پڑے گا۔''

جس کے یہ معنی ہوئے کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسروں پر حجت ہے، اختلاف رائے کی یہ دوسری صورت ہے۔

علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔ ان کا رجحان یہ ہے کہ یہ رائے صحیح اور لائق قبول ہے۔

یہ واضح رہے کہ بلد یا مقام سے مراد ایک شہر نہیں، بلکہ مسافت کا ایک دائرہ ہے جو بقدر سفر کے ممتد ہو یا جس کا پھیلاؤ ایک اقلیم تک ہو یا جسے اتحاد مطلع سے تعبیر کر سکیں۔

پہلے گروہ کا مسلک اس رؤیت پر مبنی ہے جو صحیح مسلم اور ابو داؤد میں آئی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے کریب سے پوچھا جو ابھی شام کے سفر سے آئے تھے کہ تم نے چاند کب دیکھا، انہوں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب کو دیکھا، انہوں نے پوچھا کہ تم نے خود دیکھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں میں نے بچشم خود دیکھا اور معاویہؓ نے بھی دیکھا اور روزہ رکھا۔ انہوں نے کہا، ہم نے ہفتہ کی شب کو دیکھا ہے۔ لہٰذا اسی حساب سے پورے تیس روزے رکھیں گے۔ ہم معاویہؓ کی رؤیت کو اس معاملہ میں کافی نہیں گردانتے۔ ہم سے آنحضرت ﷺ نے یونہی ارشاد فرمایا ہے۔

لیکن اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بر بنائے قیاس و استدلال جناب امیر معاویہؓ کی رؤیت کو معتبر نہیں ٹھہرایا کیونکہ اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ آپ کے پیش نظر فی الواقع کوئی روایت تھی، جس میں ''لکل بلد رؤیة'' کی وضاحت مذکور ہو، جو حدیث آپ کے سامنے تھی وہ غالباً وہی معروف روایت ہے، جس کی طرف انہوں نے اشارہ فرمایا، یعنی

(لاتصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلثین)''کہ جب تک چاند نہ دیکھ لو، روزہ نہ رکھو۔ اسی طرح افطار نہ کرو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو اور اگر ابر وغیرہ ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔''

اس سے حضرت ابن عباسؓ نے یہ سمجھا ہے کہ ہر بلد کے لوگ منفرد رؤیت ہلال کے مکلف ہیں۔ حالانکہ یہ خطاب عام ہے اور سب مسلمانوں کو شامل ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ جب مواصلات کا وہ عموم نہ ہو جو آج کل میسر ہے تو اطمینان واحتیاط کی راہ وہی ہے جو حضرت ابن عباسؓ نے اختیار کی۔ لیکن جب مواصلات کی آسانیاں ہوں اور سائنس نے ساری دنیا کو ایک سلسلے میں پرو دیا ہو، تب اسلامی ضبط وانضباط کا یہ تقاضا ہے کہ اختلاف کے موقع پر ایک جگہ کی رؤیت کو پوری دنیائے اسلام کی رؤیت قرار دیا جائے، بالخصوص اس وقت جب کہ اسلامی حکومت منصۂ شہود پر آجائے اور اطلاعات کی فراہمی واشاعت کی ذمہ داریوں کو خود اپنے کندھوں پر ڈال لے، ابن ماجشون کے مندرجہ ذیل قول سے یہی حقیقت مترشح ہوتی ہے۔

(وقال ابن ماجشون لا یلزمهم بالشهادة الا لأهل البلد الذی تثبت فیه الشهادة الا أن یثبت عند الأمام الأعظم قبلته الناس کلهم لأن البلاد فی حقه کالبلد الواحد اذ حکمه نافذ فی الجمیع)''ابن ماجشون نے کہا، وہ دوسرے بلاد کے لوگوں کو ایک بلد کی رؤیت ماننے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، سوا اس صورت کے کہ امام اعظم (مفتی اعظم) موجود ہو کہ اس کیلئے تمام بلاد بمنزلہ ایک بلد کے ہیں، کیونکہ ان سب میں اس کا حکم یکساں چلتا ہے۔''

جامع مسجد ابوبکرؓ اہل حدیث قصبہ کریالی تحصیل سرائے عالمگیر میں سیرت کانفرنس

مورخہ 29 مئی بروز اتوار جامع مسجد ابوبکرؓ اہل حدیث قصبہ کریالی میں عظیم الشان سیرت کانفرنس زیر صدارت رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز حافظ محمد کامران صابر کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ شاعر اسلام خالد حسین محمدی (گجرات) نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا قطب شاہ اور میاں محمد الیاس نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس سے حافظ انعام اللہ کنجاھی، رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر اور مولانا طاہر ضیاء چشتی نے خطاب کیا۔ کانفرنس میں جہلم، گجرات اور گردونواح سے لوگوں نے بھرپور شرکت کی۔